© rasailojaraid.com

اسلامی تصوّف کا ارتقاء
ایک تحلیلی مطالعہ

عبدالمبین، ۵۹ لقمان منزل، جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

(۲)

اور اس دور میں صوفیائے نے کتابوں اور رسالوں کے ذریعہ علوم اشارات (صوفیانہ اصطلاحات) کی اشاعت کی، اور اسی دور میں انھوں نے وحدۃ الوجودی فکر کا احساس کیا، لیکن اسی پر بحث اپنی مخصوص محفلوں تک ہی محدود رکھا، اور کوئی رسالہ اسی سلسلے میں تحریر نہیں کیا۔ شیخ عطار کی روایت کے مطابق حضرت شبلی نے سب سے پہلے ان اسرار خصوصاً وحدۃ الوجود کو منبر پر بیان کیا اور جب حضرت جنیدؒ نے ان کو ٹوکا کہ جس نے تمہیں یہ بات میں بتائی تھی، اور تم سب کے سامنے بیان کر رہے ہو، تو انھوں نے کہا "یہاں غیر کون ہے؟ وہی کہہ رہا ہے۔ وہی سن رہا ہے"۔ [۱۲]

اس عہد میں صوفیاء پر بہت زیادہ تنقیدیں ہوئیں اور مسلمانوں کے کئی طبقوں نے ان کے بہت سے اصطلاحات کو غیر شرعی ثابت کرنے کی کوشش کی۔ تو ابو بکر الکلاباذی (وفات چوتھی صدی ہجری) نے "التعرف" نام کی ایک کتاب لکھی اور قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ ثابت کرنے کی پوری کوشش کی، کہ صوفیاء کی تمام تعلیمات

© rasailojaraid.com

نہ صرف الحاد و زندقہ سے دور ہیں، بلکہ بعینہ وہی ہیں جو اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ اور الکلاباذی کی یہ کتاب علم تصوف پر آج تک اہم مانی جاتی ہے کہ سہروردی المقتول (م ۵۸۷ھ/۱۱۹۱ء) کا یہ قول اس کے متعلق بڑا مشہور ہوا کہ اگر کتاب "تعرف" نہ ہوتی تو کوئی تصوف کو نہ جان سکتا۔

دسویں صدی عیسوی میں عباسی خلافت اگرچہ قائم ہے لیکن اس کا اقتدار بہت سمٹ چکا ہے۔ بہت سی خود مختار علاقائی حکومتیں قائم ہو چکی ہیں۔ خلیفہ اپنے وزرا کے ہاتھوں کھلونا بنا ہوا ہے۔ جو اپنی ریشہ دوانیوں سے خلیفہ کو ہر طرح سے عیاشیوں کا خوگر بنا رہے ہیں، اسے ملکی معاملات سے الگ تھلگ کر کے سلطنت کے سیاہ و سفید کے مالک بن بیٹھے ہیں۔

مسلمانوں کے مذہبی فرقے آپس میں معرکہ آرا ہیں، جس کی وجہ سے مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ ہو چکا ہے۔ مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ساتھ بحیثیت حاکم کے رہتے ہوئے کافی دن ہو گئے ہیں لیکن بہت سے علاقوں میں مسلمان آبادی کے لحاظ سے اقلیت میں ہیں۔ اور ان علاقوں کے مسلم حکمرانوں کے درمیان خانہ جنگی ہے۔ جیسا کہ اس وقت اندلس میں تھا، جس سے بعض مسلمانوں کو یہ خطرہ محسوس ہو رہا ہے کہ کہیں اکثریت ان کے آپسی اختلافات اور باہمی خانہ جنگیوں سے فائدہ اٹھا کر انہیں اقتدار سے ہی محروم نہ کر دے، بلکہ اس سرزمین ہی سے نہ نکال دے۔

مسلم صوفیاء اپنے قدماء کے "تصور عشق" پر تجربات کر رہے

© rasailojaraid.com

جیسے تصوف اور وظائف سے نئی نئی منزلیں طے کر رہے ہیں اور جدید اصطلاحات وضع کر رہے ہیں۔ (جنہیں شیخ ابوالنصر سراج ... (م ۳۷۸ھ / ۹۸۸ء) نے کتاب اللمع، اور شیخ ابو طالب مکی (م ۳۸۶ھ / ۹۹۶ء) نے "قوت القلوب" میں تحریر کیا ہے۔) اور اپنے ہم سایہ تعلیم یافتہ غیر مسلموں کی کتابوں کے ترجمے کر رہے ہیں۔ جیسا کہ گیارہویں صدی میں محمد قاسم فندرسکی نے ہندوؤں کی مشہور ترین کتاب "یوگ وششت" کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ جس میں یوگیوں کے افعال اور ریاضتوں سے بحث ہے۔ ۳۱

یہی وہ دور ہے، جس میں صوفیاء کے حلقے اور گروہ بننے شروع ہوئے اور بہت سے بدعتی گروہ بھی پیدا ہوئے۔ چنانچہ شیخ علی ہجویری (م ۴۶۵ھ / ۱۰۷۲ء) نے اپنی مشہور کتاب "کشف المحجوب" میں صوفیاء کے بارہ گروہوں کا تذکرہ کیا ہے۔ جنہیں دو کو مردود اور باقی کو مقبول قرار دیا ہے۔ ۳۲ اسی طرح امام قشیری (م ۴۶۵ھ / ۱۰۷۲ء) نے اپنی مشہور کتاب "الرسالہ" میں بدعتی صوفیاء پر زبردست تنقید کی ہے اور انہیں احتساب نفس کی دعوت دی ہے۔ ۳۳

امام قشیری اور شیخ علی ہجویری نے اسی دور میں اپنی انہی کتابوں کے ذریعے صوفیانہ اصطلاحوں کی تشریح کی اور تصوف پر کیے گئے اعتراضات کا جواب دے کر اسے شریعت کا ہمنوا ثابت کیا۔

حجۃ الاسلام امام غزالی (م ۵۰۵ھ / ۱۱۱۲ء) جنہیں بارہویں صدی عیسوی کا مجدد کہا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "احیاء علوم الدین" اور "المنقذ من الضلال" میں صوفیاء کے غلط عقائد پر کھل کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تنقید کی ہے لیکن وہ خود بہت بڑے صوفی تھے۔ چنانچہ انہوں نے بہت
سی صوفیانہ اصطلاحوں کو شرعی لحاظ سے درست بتایا ہے۔ اور
وحدۃ الوجود کے متعلق کچھ واضح اشارے اور اپنے ذاتی تجربات بیان
کیے ہیں۔ ۲۵

بارھویں صدی کے درمیانی عہد میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (م [illegible])
صوفیا کے سرخیل تسلیم کیے جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب ....
"فتوح الغیب" کے اندر صوفیانہ اصطلاحات پر نہایت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔
وہ بہت سے صوفیانہ عقائد و اعمال پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مومن کو
چاہیے کہ سب سے پہلے فرائض پر توجہ دے۔ جب یہ ادا کر چکے، تو سنتوں کو
اختیار کرے، اس کے بعد نوافل پر توجہ دے۔ لیکن جو شخص ابھی فرائض
سے فارغ نہ ہوا ہو، اس کے لیے سنتوں میں مشغول ہو جانا حماقت و نادانی
ہے۔ اس لیے کہ ادائے فرض کے بغیر سنن و نوافل غیر مقبول رہیں گے، اور
جو شخص ایسا کرے گا، خوار ہوگا۔ ۲۶ اسی دور میں حکیم سنائی (م ۱۱۵۰ء)
اور بعد میں فریدالدین عطار (م ۱۲۲۹ء) نے تصوف کو شاعرانہ رنگ میں
پیش کر کے اسے عوام کے لیے قابل قبول بنایا۔

تیرھویں صدی عیسوی میں شیخ شہاب الدین سہروردی (م ۶۳۲ھ/۱۲۳۴ء)
نے اپنی معروف کتاب "عوارف المعارف" میں تصوف کا فلسفہ، اصطلاحات
اور خانقاہی نظام کے اصول مرتب کیے۔ اور اسی عہد میں شیخ محی الدین [illegible]
(ان کا تعلق اندلس (یورپ) سے تھا، جو اپنے مخصوص آب و ہوا اور [illegible]
اوصاف کی بنیاد پر اسلامی علوم و فنون کا اہم مرکز تھا) (م ۶۳۸ھ/۱۲۴۰ء)
نے نظریہ وحدۃ الوجود کو اپنی مشہور کتاب "فصوص الحکم" میں تفصیل سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بیان کیا۔ جس کا انداز بیان نہایت فلسفیانہ اور عالمانہ تھا۔ اور یہ مسئلہ بذات خود مشکل تھا۔ اس لیے یہ اسرار عوام تک تو نہیں پہنچ سکے، لیکن ابن عربی کی یہ کتاب تمام صوفیاء کے تدریسی و عملی نصاب کا لازمی حصہ بن گئی۔ اور بعد میں اس کی بہت سی شروحات لکھی گئیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام صوفیاء کے یہاں نظریہ وحدۃ الوجود، مقبول عام ہو گیا۔

تیرھویں صدی عیسوی میں جبکہ عباسی سلطنت اپنے وجود کے لیے خود ایک بوجھ بن چکی تھی۔ جس کی وجہ سے اسلامی سماج کے حیات آفریں رگوں کا خون بالکل منجمد ہو گیا تھا۔ اس وقت تاتاری یلغار نے حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ۱۲۵۸ء میں اسی نام نہاد عباسی خلافت کی تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی، تو پورے عالم اسلام پر سیاسی پسپائی اور ذہنی انتشار کے سیاہ بادلوں نے قرب قیامت کا ماحول پیدا کر دیا، ایسے نازک وقت میں صوفیاء نے اپنے سلسلوں اور خانقاہی نظام کو اور منضبط کیا، ابدال، غوث کا تصور پیش کر کے، شکست خوردہ قوم اور بکھری ہوئی ملت کی از سر نو شیرازہ بندی کی۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی کے الفاظ میں منگولوں کی پیدا کردہ ذہنی ابتری کو مشائخ نے اس طرح ختم کیا چپہ چپہ پر اپنا روحانی نظام قائم کر دیا اور ہر جگہ لوگوں کی تربیت کے لیے مقامی ذمہ دار متعین کیے گئے اسی دور میں رومی (م ۱۲۷۳ء) نے اپنی مشہور مثنوی، لکھ کر تصوف کو لوگوں کی زبان پر جاری کر دیا۔

یہیں سے تصوف کا عروج شروع ہوتا ہے اور چند دہوں میں اسلامی تصوف اپنے جدید فلسفیانہ نظریات اور با عمل صوفیاء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی کوششوں سے مقبولیت کے بام عروج پر پہنچ جاتا ہے۔ جس کا گہری اثر ساری دنیا پر پڑا۔ خاص طور سے برّ اعظم ایشیا کا یہ سب سے مقبول اور پسندیدہ فلسفۂ زندگی اس وقت بنا، جب کہ ایشیا دنیا کی سب سے بڑی طاقت تھا۔

پروفیسر نظامی نے اپنی مشہور کتاب "تاریخ مشائخ چشت" میں ۱۷۳ سلسلوں کا تذکرہ کیاہے[۳۸] جن میں سب سے قدیم سلسلہ خواجگان، سلسلہ کبرویہ اور سلسلہ قادریہ ہیں۔ ہندوستان میں سب سے پہلے بارہویں صدی میں چشتیہ سلسلے کی داغ بیل پڑی۔ پھر سہروردیہ اور فردوسیہ سلسلے یکے بعد دیگرے آئے۔ پندرھویں صدی میں قادریہ اور شطاریہ سلسلوں سے ہندوستان متعارف ہوا۔ اکبر کے دور میں۔ نقشبندیہ سلسلہ خواجہ باقی باللہ نے قائم کیا اور سولھویں صدی تک ہندوستان میں صوفیاء کے متعدد سلسلے قائم ہو گئے۔ چنانچہ ابوالفضل نے آئین اکبری میں ۱۴ سلسلوں کا تذکرہ کرکے، ان میں سے کچھ کو مردود اور باقی کو مقبول بتلایا ہے[۳۹]

سولھویں صدی تک ہندوستان میں تین سلسلے — چشتیہ سہروردیہ اور قادریہ سب سے زیادہ مقبول تھے۔ جن میں "وحدۃ الوجود" کا نظریہ یکساں طور پر مقبول تھا[۴۰] لیکن دیگر صوفیانہ اوراد و وظائف اور اعمال و اشغال کے لحاظ سے یہ سب ایک دوسرے سے متباین تھے۔ ان میں چشتیہ سلسلہ، سب سے زیادہ روشن خیال تھا۔ جس کے سب سے مشہور بزرگ نظام الدین اولیاء (م ۷۲۵ھ / ۱۳۲۴ء) مانے جاتے ہیں۔ ان کے ملفوظات کو "فوائد الفواد" نامی کتاب میں جمع کر دیا گیا ہے۔ اس

© rasailojaraid.com

ہیں حضرت نظام الدین اولیاء عشق و محبت کے بارے میں کہتے ہیں کہ سچی محبت، پیروی کا دوسرا نام ہے اور جب کوئی اللہ سے محبت کرے گا، تو یقیناً اس کی پیروی بھی کرے گا اور اعمال ناشائستہ سے دور رہے گا[1] اور ترک دنیا کے معنیٰ یہ نہیں ہیں کہ انسان اپنا لباس اتار دے، لنگوٹ باندھے، بلکہ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ انسان لباس بھی پہنے اور کھانا بھی کھائے، البتہ جو کماتا رہے، خرچ کرتا رہے، جوڑ جوڑ کر نہ رکھے[2] اسی کتاب میں مذکور ہے کہ ایک بار حضرت اولیاء کے آستانہ پر موجود بعض درویشوں نے ایک ایسے مجمع میں رقص کیا، جس میں چنگ و رباب اور مزامیر تھے، جب وہ درویش واپس آئے، تو ان کی گرفت ہوئی کہ اس مجلس میں باجہ بھی تھا، تم نے سماع کیسے سنا؟ انھوں نے جواب دیا، کہ ہم سماع میں اسی قدر مست و غرق ہو گئے کہ ہمیں باجہ کے ہونے نہ ہونے کا پتہ نہ چلا، حضرت خواجہ نے ارشاد فرمایا، "کہ یہ جواب لغو ہے، وہ عمل معصیت ہی میں لکھا جائے گا"[3] حضرت اولیاء کے یہاں سماع سننے کے کچھ شرائط تھے۔ جیسے گانے والا بالغ مرد ہو، کلام میں ہزل و فحش گوئی کی آمیزش نہ ہو، سننے والا اللہ کے لیے سنے اور اس کا دل یادِ الٰہی سے لبریز ہو[4]

سترہویں صدی میں شیخ احمد سرہندی (م ۱۶۲۹ء) نے "وحدۃ الشہود" کا نظریہ پیش کیا۔ (جیسے مادھو نام کے ایک یوگی نے تیرہویں صدی میں معمولی فرق کے ساتھ پیش کیا تھا[5]) جو معنوی لحاظ سے وحدۃ الوجود کی ضد تھا[6] شیخ مجدد سرہندی کے پیروکار مجددیہ کہلاتے اور انیسویں صدی تک اس سلسلہ کو بڑی مقبولیت...

حاصل ہو گئی۔

اٹھارہویں صدی میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۷۶۲ء) نے جب وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود میں مطابقت پیدا کی اور اعتدال کا راستہ نکالا تو مجددیوں میں کھلبلی مچ گئی۔ اور مرزا مظہر جان جاناں (م ۱۷۸۱ء) کے اشارے پر مولوی غلام یحییٰ نے شاہ ولی اللہ کے جواب میں "رسالہ کلمۃ الحق" لکھا۔ جس کا جواب شاہ رفیع الدین (م ۱۸۱۸ء) نے "کتاب دفع الباطل" میں دیا۔ انہوں نے یہ ثابت کیا کہ وحدۃ الوجود ہی صحیح ہے اور مجدد سرہندی کی بات نئی ہے۔ اس کے بعد قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے ان دونوں نظریات میں تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کی۔ مگر "ارشاد الطالبین" میں ان کا پہلو "وحدۃ الوجود" کی طرف مائل نظر آتا ہے۔

بیسویں صدی میں اگر ایک طرف مولانا اشرف علی تھانوی (م ۱۹۴۳ء) جیسے متبحر عالم نے "وحدۃ الوجود" کو صحیح ثابت کیا ہے جن کی دینی تحریروں کا ہندوستانی مسلمانوں پر سب سے زیادہ اثر ہے تو دوسری جانب شہرۂ آفاق شاعر علامہ اقبال (م ۱۹۳۸ء) نے وحدۃ الشہود کے فلسفے کو پسند کیا ہے جن کی سیاسی اور فلسفیانہ شاعری نے ہندوستان ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو بہت زیادہ متاثر کیا ہے۔

چودھویں صدی میں کچھ اچھے صوفیا نے خانقاہی نظام کے تصوف کو ایشیا کا سب سے مقبول مظہر [illegible] بنا دیا۔ لیکن جب انتقال ہو گیا تو دھیرے دھیرے عوام نے ان کے مزاروں و خانقاہوں

© rasailojaraid.com

کی پرستش شروع کردی، جو آج بھی جاری ہے۔ البتہ تصوف پر یقین رکھنے والے کچھ لوگوں کا شروع سے یہ عقیدہ تھا اور اب بھی ہے کہ ان خانقاہوں کی پرستش حرام ہے البتہ ان کی زیارت کرنی چاہیئے۔

اس طرح اسلامی تصوف، جو کہ خلفاء راشدین کے عہد تک، عرب معاشرے کے تدین اور سادگی کی وجہ سے دنیا و آخرت کے متوازن تال میل کا نام تھا۔ وہ بعد کے عہدوں، نوعیت حکومت کی مسلسل تبدیلیوں اور عجم کے شہری معاشرے کے نظری اثرات کے تحت بتدریج تنہائی پسندی سے خانقاہی اور پھر خانقاہ پرستی میں، اطاعتِ الٰہی سے عشقِ الٰہی اور پھر وحدۃ الوجودی کے ساتھ وحدۃ الشہودی میں بدل گیا۔

نظام تصوف و فلسفہ تصوف میں ان ارتقائی تبدیلیوں کا مثبت اثر یہ ہوا کہ برِ اعظم ایشیا سکونِ قلب اور انبساطِ روح جیسی لذات سے محظوظ ہوتا رہا، عوامی اتحاد اور انسانی اخوت جیسے اقدار اس کے تہذیبی سرمائے میں لطافت و نکھار پیدا کرتے رہے، لیکن منفی اثر نے ایشیا کے ذہین و طباع لوگوں کی صرف انہیں تخلیقی صلاحیتوں کا گلا ہی نہیں گھونٹ دیا، جن کی مدد سے ایشیا یورپ کا مقابلہ کرتا، بلکہ ان سے شعور بھی چھین لیا، جو ان کو یہ احساس دلاتا کہ ایشیا ایک عالمگیر مادی نظام کے تحت یورپ کا غلام بنتا جا رہا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حوالہ جات

۱۔ قدیم عرب کی جغرافیائی ہیئت جاننے کے لیے ابن اثیر کی "الکامل" کی پانچویں چھٹی جلدیں اور مولانا محمد رابع ندوی کی جزیرۃ العرب ملاحظہ ہو۔

۲۔ رسول اللہؐ کی حدیث ہے کہ میانہ روی اختیار کرو اور خوش ہو جاؤ۔ (صحیح بخاری کتاب الرقاق) دوسری جگہ ارشاد نبوی ہے کہ سب سے اچھا امر اس کا معتدل ہونا ہے۔

۳۔ رسول اللہؐ کا فرمان ہے کہ لوگوں سے اللہ کے لیے محبت کرنی اور اللہ ہی کے لیے لوگوں سے نفرت کرنی چاہیئے۔ مشکوٰۃ شریف، کتاب الآداب، باب الحب فی اللہ والبغض من اللہ۔

۴۔ مولانا سعید احمد اکبرآبادی، صدیق اکبر، دہلی، ۱۹۷۶، صفحہ ۷۳۔

۵۔ حالانکہ اموی دور سے پہلے عہدِ فاروقی ہی میں مسلمانوں کے پاس کافی دولت آگئی تھی چنانچہ حضرت زید بن ثابتؓ (جن کا تعلق سماج کے متوسط طبقے سے تھا) نے اپنے ترکہ میں سونے اور چاندی کے ڈلے چھوڑے تھے، جو کلہاڑیوں سے کاٹے جاتے تھے، اور ایک لاکھ دینار کی جائداد چھوڑی تھی۔ اور حضرت عثمانؓ (جن کا تعلق اونچے طبقے سے تھا) نے اپنی شہادت کے وقت، ڈیڑھ لاکھ دینار، دس لاکھ درہم اور غیر منقولہ جائداد دو لاکھ دینار کے لگ بھگ چھوڑی تھی۔ لیکن دولت کے مضر اثرات سے یہ لوگ محفوظ تھے۔ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا۔ لیکن اپنے بچاؤ کے لیے اس خوف سے انہوں نے اپنی دولت و طاقت کو نہیں استعمال کیا کہ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسلمانوں کا خون بہے گا۔ (علامہ ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون،
[ا]ردو ترجمہ، کراچی، ۱۹۸۰ء، ۱/۲، صفحہ ۴۷۸۔

- تفصیلات کے لیے ابو زہرہ مصری کی "المذاہب الاسلامیۃ" ملاحظہ ہو۔
- امام ابوبکر الکلاباذی، التعرف، اردو ترجمہ، لاہور ۱۹۷۸ء، صفحہ ۲۴
- القرآن، الذاریات، ۳
- ″ ، السجدہ، ۲۹
- ″ ، آل عمران، ۲۰
- ″ ، النور، ۳۷
- امام بخاری و امام مسلم، صحیح بخاری و صحیح مسلم، بحوالہ مشکوٰۃ شریف
کتاب الایمان.
- نفحات الانس، صفحہ ۲۲
- ضیاء الحسن فاروقی، حضرت جنید بغدادیؒ۔ شخصیت اور تصوف
نئی دلی، ۱۹۸۲ء صفحہ ۱۴۰
- علامہ ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، اردو ترجمہ، کراچی، ۱۹۸۰ء، ۱/۲، صفحہ ۲۲۳
- امیر علی، روح اسلام، اردو ترجمہ، نئی دلی ۱۹۸۶ء صفحہ ۶۸۴
- تفصیلات کے لیے اشعری کی "مقالات الاسلامیین" امام غزالی کی "تہافۃ الفلاسفہ"
اور ابن رشد کی "تہافۃ التہافۃ" ملاحظہ ہو۔
تفصیلات کے لیے ابن حزم کی "فصل فی الملل والنحل" اور شہرستانی کی
الملل والنحل ملاحظہ ہو۔
القرآن، ق، ۱۶
″ ، البقرہ ۱۶۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۱۔ امام بخاری، صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع۔
۲۲۔ علامہ اقبال، کلیات اقبال۔ بالِ جبریل، علی گڑھ، ۱۹۸۴ء، صفحہ ۹۷۔
۲۳۔ امام ابوبکر الکلاباذی، التعرف، اردو ترجمہ، لاہور، ۱۹۸۷ء صفحہ ۲۵
۲۴۔ مولانا عبدالماجد دریابادی، تصوف اسلام، لکھنؤ، ۱۹۸۰ء، صفحہ ۹۱
۲۵۔ مولانا محمد حنیف ندوی، تعلیمات غزالی، لاہور ۱۹۶۲ء، صفحہ ۲۲
۲۶۔ پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی، حضرت جنید بغدادی، شخصیت اور تعلیمات، نئی دلی، ۱۹۸۲ء صفحہ ۸۰
۲۷۔ حوالہ بالا صفحہ ۱۲۷
۲۸۔ ” ” صفحہ ۱۳۶
۲۹۔ میکش اکبرآبادی، مسائل تصوف، علی گڑھ، ۱۹۷۴ء صفحہ ۶۲۔
۳۰۔ امام ابوبکر الکلاباذی، التعرف، اردو ترجمہ، لاہور، ۱۹۸۷ء صفحہ ۱۷۱۔
۳۱۔ حوالہ بالا۔ صفحہ ۱۴۱
۳۲۔ ڈاکٹر محمد عمر، ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر، نئی دلی، ۱۹۷۵ء صفحہ ۳۰۵
۳۳۔ شیخ علی ہجویری، کشف المحجوب، اردو ترجمہ لاہور ۱۹۷۷ء صفحہ ۳۲۸
۳۴۔ مولانا محمد حنیف ندوی، تعلیمات غزالی، لاہور، ۱۹۶۲ء، صفحہ ۱۰
۳۵۔ میکش اکبرآبادی، مسائل تصوف، علی گڑھ، ۱۹۷۴ء صفحات ۶۲، ۶۱۔
۳۶۔ مولانا عبدالماجد دریابادی، تصوف اسلام، لکھنؤ، ۱۹۷۰ء، صفحہ ۱۱۲۔
۳۷۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی، تاریخ مشائخ چشت، دہلی، ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۵۶
۳۸۔ حوالہ بالا صفحہ ۱۷۳
۳۹۔ ڈاکٹر محمد عمر، ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر، دہلی، ۱۹۸۰ء، صفحہ ۳۴۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۴۰۔ شیخ محمد اکرام، رود کوثر، لاہور، صفحہ ۱۸۹

۴۱۔ مولانا عبدالماجد دریابادی، تصوف اسلام، لکھنؤ، ۱۹۶۰ء، صفحہ ۱۵۲

۴۲۔ حوالہ بالا۔ صفحہ ۱۵۰

۴۳۔

۴۴۔ ڈاکٹر محمد عمر، ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر، دہلی، ۱۹۸۰ء، صفحہ ۲۴۷

۴۵۔ شیخ محمد اکرام، رود کوثر، لاہور، صفحہ ۱۸۹۔

۴۶۔ اسمٰعیل آفندی کے نام شاہ صاحب نے ایک خط لکھا تھا، جس میں اس مسئلے پہ بحث ہے۔ یہ خط "فیصلہ وحدۃ الوجود والشہود" کے نام سے اُردو میں شائع ہو چکا ہے۔

۴۷۔ میکش اکبرآبادی، مسائل تصوف، علی گڑھ، ۱۹۴۷ء، صفحہ ۶۶۔

۴۸۔ حوالہ مذکورہ بالا۔

۴۹۔ شیخ محمد اکرام، رود کوثر، لاہور، صفحہ ۱۹۰

ختم شد

© rasailojaraid.com